Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 02,
Jan – March 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

پاکستان میں گھریلو تشدد پر قانون سازی: ایک تاریخی و تنقیدی جائزہ

Legislation on Domestic Violence in Pakistan A Historical and Critical Review

Dr. Nabeela Falak *
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,UOL, Sargodha Campus.

Prof. Dr. Muhammad Hammad Lakhvi **
Dean: Faculty of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Version of Record
Received: 08-9-21 **Accepted**: 27-10-21
Online/Print:25-March-2022

ABSTRACT

Legislation is an important part of a state in maintaining peace and Harmony in the different institutions. Family is an important institution of a Muslim society. In Pakistan this family institution is suffering from many problems from the last twenty years domestic violence is one of these problems. Domestic violence has become a serious issue of the world. In our country, legislation on domestic Violence has been made during last twelve years. The aim of this legislation is to establish an "effective system of protection, relief and rehabilitation" for women, children, and other persons vulnerable to domestic violence in the provinces of Punjab, Sindh, and Khyber Pakhtunkhwa and in the territorial jurisdiction of the Islamabad Capital Territory. Domestic Violence shall mean all acts of physical, emotional, psychological, sexual and economic abuse committed by a respondent against women, children, vulnerable persons. In this research paper it is tried to give a historical and critical analysis about the legislation on domestic violence in Pakistan. This article has been elaborated by the point of view of religious scholars and legal experts.

Key words: *Domestic violence , Legislation, Pakistan , historical, critical, analysis*

موضوع کا تعارف:

معاشرے کا اہم ترین ادارہ خاندان ہے۔ خاندان کا قیام انسان کی فطری، جبلی، بدنی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ مرد اور عورت کے رشتہ نکاح کی صورت میں اس ادارہ کا قیام عمل میں آتا ہے۔ کسی بھی تہذیب و قوم کی ترقی اور عروج اس ادارہ کی تعمیر اور مثبت کردار کا مرہون منت ہے۔ خاندان کی اسی اساسی اہمیت اور معاشرتی ضرورت کے سبب اسلام نہ صرف اس ازدواجی تعلق کے قیام کی ترغیب دیتا ہے، بلکہ ایسے تمام دینی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی، اور قانونی اقدامات کرتا ہے جن سے یہ ادارہ حقیقی معنوں میں زوجین، اولاد، والدین اور تمام افراد معاشرہ کے لئے باہمی سکون وراحت کا باعث بن سکے۔ لیکن جب یہی ادارہ خاندان تعمیر کی بجائے تخریب، اتحاد کی بجائے فساد وانتشار، حسنِ معاشرت کی جگہ تفاوت، سکون و محبت کی بجائے نفرت اور بیزاری کی اماجگاہ بن جائے تو یہ ادارہ اور اس میں موجود تمام رشتے بوجھ بن جاتے ہیں۔

نکاح جس کا مقصد خوشی، محبت، تحفظ ہے اور خاندان جو رحمت، اتحاد اور تعاون کا زریعہ بنایا گیا۔ ایک ایسی پناہ گاہ جس میں خاندان کے تمام افراد خود کو محفوظ اور پر سکون خیال کر سکیں۔ زوجین کا تعلق مودت، خوشی اور وفاداری کا تعلق ہو والدین اور اولاد کے تعلق میں اپنائیت ہو اور دیگر افرادِ خانہ کے درمیان باہمی مروت ورفاقت ہو۔ میاں بیوی کے رشتے کو ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر اس رشتے کا مقصد، نزاکت، تحفظ اور خوبصورتی سمجھائی گئی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اس اہم ادارے کی اہمیت اور مقاصد کا شعور مرور زمانہ کے ساتھ کم ہوتا جارہا ہے۔ گھریلو جھگڑے، افرادِ خانہ کی باہمی رنجشوں میں نکاح اور خاندان کے حقیقی معنی اب مفقود ہوتے جارہے ہیں، زوجین کے تعلق میں اب محبت ورحمت کجا احترام اور لحاظ بھی کم ہوتا جارہا ہے، ان فسادات نے خاندانی زندگی کو اس کے حقیقی مقاصد ووظائف سے دور کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں فساد، بے چینی، تناؤ محسوس ہوتا ہے اور ہر رشتہ دوسرے سے کٹا ہوا اور نالاں نظر آتا ہے۔ اس فساد اور خاندانی کھچاؤ کی ایک بڑی وجہ ہمارے معاشرے میں گھریلو تشدد بھی ہے۔ خواتین اور گھر کے دیگر کمزور افراد پر تشدد ایک حقیقت اور سنگین مسئلہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کوئی بھی مذہب یا معاشرہ اس بداخلاقی اور جرم کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

موضوعِ تحقیق ہذا" پاکستان میں گھریلو تشدد پر قانون سازی کا تاریخی و تنقیدی جائزہ" پر متعلقہ تحقیقات کا جائزہ لیا گیا۔ اس موضوع سے متعلق جو کتب موجود ہیں ان میں:

1۔ تشدد تاریخی تناظر میں، غالب احمد، مشعل پبلشر، لاہور۔ 1997

2۔ گھریلو تشدد اور اسلام، محمد رضی الاسلام ندوی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2010ء

تحقیق مقالات میں ابھی تک کسی بھی اعلی ڈگری کے لئے کوئی مقالہ موضوع ہذا سے متعلق پیش نہیں کیا گیا۔ایم فل کی سطح پر ایک مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں بعنوان "گھریلو تشدد بل (تدارک و تحفظ) 2021ء کا شرعی و تنقیدی جائزہ" زیر تحقیق ہے۔ان تحقیقات کے علاوہ اور کوئی تحقیقی کام مقالہ نگار کی نظر سے نہیں گزرا۔اس حوالے سے موضوع ہذا "پاکستان میں گھریلو تشدد پر قانون سازی کا تاریخی و تنقیدی جائزہ" پر کام کی اہمیت اور ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے۔

سوالِ تحقیق:

1۔ پاکستان میں گھریلو تشدد پر قانون سازی کی ارتقائی تاریخ کیا ہے۔؟

2۔ گھریلو تشدد پر قانون سازی کے اغراض و مقاصد کیا ہیں۔؟

3۔ گھریلو تشدد پر قانون سازی کے باری میں اہل علم کے مختلف طبقات کا کیا ردعمل ہے۔؟

مقاصد تحقیق:

1۔ گھریلو تشدد پر قانون سازی کا تاریخی و تنقیدی جائزہ لینا۔

2۔ گھریلو تشدد پر قانون سازی کے بارے میں علماء، وکلاء کی آراء پیش کرنا۔

منہج واسلوبِ تحقیق:

مقالہ کا منہج بیانیہ، تاریخی اور تنقیدی ہے۔مقالہ میں مقالہ کو مدلل بنانے کے لئے علماء، وکلاء کی آراء کو شامل کیا گیا۔

لفظ تشدد سے مراد، پہرہ سخت کرنا، محاصرہ سخت کرنا، استوار کرنا۔(1) گھریلو تشدد سے مراد گھر کے کسی رکن کے ذریعے کسی دوسرے رکن کے ساتھ جسمانی قوت کا استعمال یا دھمکی آمیز رویہ اختیار کرنا ہے۔گھریلو تشدد ایک جدید اصطلاح ہے، جسے عصر حاضر میں حقوقِ نسواں کے علم برداروں نے عورت کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے وضع کیا ہے۔گھریلو تشدد کی تعریف یوں بیان کی جاتی ہے:

> "Pattern of abusive behavior in any relationship that is used by one partner to gain or maintain power and control over another intimate partner."(2)

> "دو قریبی افراد جو کسی بھی رشتہ میں منسلک ہوں، ان میں سے ایک کی جانب سے بد سلوکی کا رویہ، جو دوسرے کے مقابلے میں طاقت اور اس پر کنڑول حاصل کرنے یا برقرار رکھنے کے لئے ظاہر کرے۔"

مندرجہ بالا تعریف کا اطلاق ایک ساتھ رہنے والے کسی بھی مرد اور عورت پر ہوتا ہے خواہ ان کے مابین کوئی بھی رشتہ ہو، لیکن عموما اس سے مراد مرد اور عورت ہی لئے جاتے ہیں۔گھریلو تشدد ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے، ایک سروے کے مطابق 52 فیصد خواتین اپنی

زندگی میں کبھی نہ کبھی اپنے شوہروں یا جن کے ساتھ وہ رہتی ہیں، تشدد کا شکار ہوتی رہی ہیں۔ اقوام، متحدہ کے ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں قتل ہونے والی خواتین میں چالیس فیصد خواتین کو قتل کرنے والے ان کے شوہر یا بوئے فرینڈ ہیں۔(3)

اقوامِ متحدہ کے ایک نمائندہ کے مطابق:

> "Violence against women is a universal phenomenon that persist in all countries in the world, and the perpetrates of that violence are often well known to their victims"(4)

> " عورتوں کے خلاف تشدد ایک علمی مظہر ہے، جو دنیا کے تمام ممالک میں پایا جاتا ہے، اس تشدد کا ارتکاب کرنے والے عام طور سے ان مظلومین کے نزدیک معروف ہوتے ہیں۔ "

گھریلو تشدد کی روک تھام کے حوالے سے اقوامِ متحدہ کی کاوشیں:

عالمی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اقوامِ متحدہ نے اس مسئلہ پر توجہ دی، اس کو عالمی سطح پر ابھارا اور اس سے متعلق مختف قرار دادیں منظور کیں ساتھ تمام ممبر ممالک کو بھی اس کا پابند کرنے کی کوشش کی۔ 1993 میں اقوامِ متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق نے ایک قرارداد منظور کی جس میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور تشدد کی تمام شکلوں، خاص طور پر خواتین کے خلاف تشدد کی مذمت کی گئی ۔ عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کے لئے جامع منصوبہ بندی کی گئی اور ایک اعلامیہ منظور کیا گیا، جسے " عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کا اعلامیہ " کا نام دیا گیا۔ اس اعلامیہ میں کہا گیا کہ اقوام متحدہ اور اس کے ممبر ممالک پبلک اور پرائیویٹ زندگی دونوں میں عورتوں کے خلاف تشدد، جنسی ایذارسانی اور نظام عدل مین صنفی تفریق کے خاتمے کے لئے کام کریں۔ اس میں پرزور طریقے سے یہ بات کی گئی کہ گھریلو تشدد عورت کے انسانی حقوق اور اس کو حاصل بنیادی آزادی کے خلاف ہے۔(5)

1994 میں اقوامِ متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق نے ایک قرارداد منظور کی، جس میں بین الاقوامی سطح پر عورتوں کے خلاف تشدد کے اسباب اور اعداد و شمار کا جائزہ لینے کے لئے ایک خصوصی رپورٹر کے تقرر کرنے کی سفارش کی۔ 1996 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یواین ٹرسٹ فنڈ قائم کیا، جس کا مقصد عورتوں کے خلاف تشدد روکنے کے مختلف تدابیر اختیار کرنا تھا۔ 1999 سے ہر سال اقوام متحدہ کی جانب سے 25 نومبر کو خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کے عالمی دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ 2003 میں اقوام متحدہ کی ہدایات کے مطابق 45 ممالک نے گھریلو تشدد کے سلسلے میں خصوصی قوانین بنائے۔ 2006 کے سروے کے مطابق 89 ممالک نے عورتوں کے خلاف تشدد کے سلسلے میں عبوری قوانین بنائے اور 60 ممالک نے گھریلو تشدد پر خصوصی قانون سازی کی۔(6)

پاکستان میں گھریلو تشدد پر قانون سازی کا تاریخی جائزہ:

قانون سازی کسی بھی ملک کا لازمی حصہ ہوتی ہے۔ایک ملک کے اندر نظم عامہ کو برقرار رکھنے کے لئے قانونی سازی کی جاتی ہے اور وقت اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے قوانین میں تغیر و تبدل اور نئی قانون سازی جاری رہتی ہے۔ پاکستان میں بھی وقتاً فوقتاً مختلف حوالوں سے ضروریات کے مطابق قانون سازی کی جاتی رہی ہے ۔ خواتین کے حقوق و مسائل سے متعلق قانون سازی کی جاتی رہی ہے۔ پاکستان میں خواتین، بچے اور بوڑھے مختلف حوالوں سے مسائل کا شکار رہے ہیں۔ان مسائل میں سے گھریلو تشدد ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، دنیا کے تمام ممالک اس مسئلہ سے پریشان ہیں اور اس پر قابو پانے کے لئے مختلف تدابیر اور قانون سازی کرتے رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی مختلف اوقات میں تشدد کی روک تھام کے لئے قانون سازی ہوتی رہی ہے۔ آئین پاکستان 1973ء میں مرد اور عورت کو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔ ملکی قانون کے تحت کسی کو زدو کوب کرنا، مارنا یا زخمی کرنا جرم ہے، جس پر پولیس مقدمہ درج کر کے ملزم کو عدالت سے سزا دلواسکتی ہے۔(7)

پاکستان کے تمام صوبوں میں اور دار لحکومت میں جو قانون سازی ہو چکی ہے۔پہلی بار 2007ء میں گھریلو تشدد کے متعلق قانون سازی کا آغاز ہوا،ارکان قومی اسمبلی محترمہ یاسین رحمان، محترمہ شکیلہ خانماور چوہدری محمد برجیس طاہر نے گھریلو تشدد کے نام سے 2008ء میں ایک بل پیش کیا۔ قومی اسمبلی میں بل پیش ہونے کے بعد اس کو متعلقہ قائمہ ایکٹ، مجریہ2009ء" کے نام سے موسوم ہوا۔ قابل حیرت بات یہ کہ اس قانون کے جائزہ کا اختیار قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں کو دیا گیا جبکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 230 کے تحت قوانین کا جائزہ اسلامی نظریاتی کونسل کا آئینی فریضہ ہے۔اس بل پر اسلامی نظریاتی کونسل نے خدشات کا اظہار کیااور اصلاحی سفارشات پیش کیں۔

2013ء میں دوبارہ گھریلو تشدد بل کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی جس پر اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک مراسلہ چیئرمین سینٹ کے نام ارسال کیا اور ہدایت کی کہ اس قانون کو واپس بھیج دیا جائے، قانون کے مندرجات میں ابہامات ہیں اور کئی امور میں قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی ہیں اس لئے کونسل موجودہ قانون کے ساتھ بالکل اتفاق نہیں کرتی۔

2013 میں سب سے پہلے صوبائی سندھ اسمبلی میں گھریلو تشدد بل پیش کر کے منظور کرالیا گیا۔ (8)اس کے بعد بلوچستان صوبائی اسمبلی میں2014 میں " بلوچستان گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ)ایکٹ 2014" پیش کر کے منظور کرایا گیا۔ (9) بعد ازاں ایسی ہی قانون سازی کی کوشش 2016 میں خیبر پختون خواہ اسمبلی میں کی گئی لیکن بوجوہ مکمل یہ ہو سکی۔ انہی دنوں پنجاب اسمبلی نے 16 فروری 2016 کو بعنوان " خواتین کے خلاف تشدد سے تحفظ ایکٹ 2015 " کا بل پاس کیا اور 29 فروری 2016 کو اس بل کو گورنمنٹ آف پنجاب نے گزٹ میں شائع کرادیا۔(10)

11فروری 2019 میں صوبہ خیبر پختونخواہ کی حکومت نے گھریلو تشدد سے عورتوں کے تحفظ کے لئے ایک قانون پیش کیا اور بعد ازاں جنوری 2021 میں خیبر پختون خواہ میں اس بل کو "خواتین کے خلاف گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ) بل 2021" کے نام سے ایک بار پھر اسمبلی میں پیش کیا۔(11)

گھریلو تشدد سے متعلق وفاقی و صوبائی سطح پر قانون سازی کی مختلف کاوشیں ہوتی رہیں ہیں۔ 19 اپریل 2020 میں وزیر انسانی حقوق محترمہ شیریں مزاری نے "گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ) بل 2020" قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ اور اسی روز اس بل کو منظور کرالیا گیا۔ 27 مئی 2021 کو وزیر انسانی حقوق محترمہ شیریں مزاری نے یہ ایکٹ "گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ) بل 2021" ایوان بالا یعنی سینٹ میں پیش کیا گیا۔ بل خواتین، بچوں، بزرگوں، کمزور افراد کے خلاف گھریلو تشدد کی ممانعت اور تحفظ سے متعلق ہے، گھریلو تشدد سے مراد جسمانی، جذباتی، نفسیاتی، جنسی و معاشی بدسلوکی ہے۔(12)

گھریلو تشدد پر قانون سازی کی اغراض ومقاصد:

مجوزہ قانونِ بالا کو منظور اور لاگو کرنے کی ضرورت اور جواز کے بارے میں وزیر برائے انسانی حقوق محترمہ شیریں مزاری نے جو اغراض ووجوہ بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

" دستور پاکستان، اس میں بیان کردی بنیادی حقوق کے زریعے، ریاست پاکستان کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو زندگی اور آزادی سے غیر قانونی طور پر محروم کرنے سے تحفظ فراہم کرے۔ ہر شخص کی عظمت وحرمت کو برقرار رکھا جائے گا۔ یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ تمام شہریوں کے حقوق قانون کی نظر میں برابر ہیں اور جنس کی بنیاد پر کسی بھی امتیاز کی ممانعت کی گئی ہے۔ زندگی عزت وقار اور عدم امتیاز کے ان حقوق کی گھریلو تشدد کے زریعے خلاف ورزی کی جاتی ہے، جو کہ وسیع نظام پر محیط ہیں اور جو عمر یا معاشی و معاشرتی مرتبے سے بلا لحاظ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ (13) علاوہ ازیں، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے توثیق شدہ کنونشنز کے تحت تمام ریاستوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ خواتین کی گھریلو زندگی کے تحفظ کے لئے قانون سازی کریں، حکومتِ پاکستان خصوصا خواتین کے خلاف امتیاز کی تمام اشکال (سی ای ڈی اے ڈبلیو) کے کنونشن کے تحت قانون سازی کے اقدامات کر رہی ہے۔ اس ایکٹ کے زریعے، اس اغراض کے لئے وفاقی دار لحکومت اسلام آباد کے علاقائی حدود میں گھریلو تشدد کا شکار ہونے والوں کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اور ان کی دادرسی کرنے اور ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے کے لئے قانونی اور ادارہ جاتی فریم ورک تجویز کیا گیا ہے۔ تمام صوبائی سطحوں پر علاوہ ازیں خیبر پختون خواہ کے ایسی قانون سازی کی گئی ہے۔" (14)

مندرجہ بالا اس بیان کے مطابق اقوامِ متحدہ، ہیومن ریسورسز کے کنونشن سیڈا نے جنسی تفریق کو عورتوں کے خلاف استعمال کرنے سے منع کیا ہے، اور ملک پاکستان نے اس کی تائید کی ہے۔ خصوصا سیڈا یعنی:

(Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women)
کے تحت عورتوں کو خانگی زندگی میں تحفظ دینے کے لئے تمام ریاستوں کو قانون سازی کا کہا ہے۔ پاکستان نے بھی سیڈا کے ساتھ کئے گئے معاہدے کے تحت گھریلو تشدد کے خاتمے کے لئے قانون سازی کی ہے۔ سیڈا کے ساتھ کیا گیا معاہدہ ہی وہ مقصد تھا جس کو حاصل کرنے کے لئے گھریلو تشدد پر قانون کو بنانے، منظور کرنے اور نافذ العمل کرنے کی بنیاد فراہم کی گئی ہے۔(15)

گھریلو تشدد کی روک تھام کے لئے قانون سازی پر مختلف طبقات کا ردِ عمل:

2016ء میں جب پنجاب اسمبلی میں تحفظ حقوق نسواں بل منظور کیا اور اسے قانونی شکل دی گئی۔اس بل کی حمایت و مخالفت دونوں رد عمل سامنے آئے۔اس بل کی حمایت میں پنجاب اسمبلی کے وزراء اور حکومتی اراکینِ اسمبلی، خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں، پنجاب اسمبلی کی بعض خواتین ارکان، این جی اوز چلانے والی خواتین۔اس بل کی حمایت میں ایک طبقہ روز نامہ اخبارات میں کالم نگاروں کا ہے، جو ہر نئے پیش آنے والے مسئلہ میں کالم نگاری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں خواہ وہ اس موضوع کی سوجھ بوجھ او راہلیت رکھتے ہوں یا نہیں۔

اس بل کو کسی بھی مذہبی طبقہ کی حمایت حاصل نہیں۔اس بل کی منظوری پر جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن نے اسے غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں مغربی معاشروں کے قوانین نافذ کئے جا رہے ہیں۔(16)اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے بھی کہا کہ یہ بل سراسر غیر اسلامی ہے۔(17) جماعتِ اسلامی کے رہنما فرید احمد پراچہ کے مطابق اس قانون کے دو حصے ہیں، پہلے حصے کے مطابق خواتین پر تشدد کرنے والوں، ہراساں کرنے والوں، تیزاب پھینکنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے۔یہ قانون سازی اور اقدام درست ہے۔ لیکن اس بل کے دوسرے حصے میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے جو اقدام تجویز کئے گئے ہیں وہ خاندانوں کو توڑ دیں گے۔ مردوں کو کڑے پہنا کر گھر سے باہر نکال دینے سے گھر آباد نہیں ہوتے۔(18)اسی طرح گھریلو تشدد کی ممانعت اور تحفظ کا بل سینٹ میں 21جون 2021ترامیم کے ساتھ منظور کیا گیا۔ جماعتِ اسلامی کے رکن مشتاق احمد نے گھریلو تشدد کی ممانعت اور تحفظ کے بل کی مخالفت کی۔ 5جولائی 2021 کے خط میں بابر اعوان نے نشاندہی کی کہ ابتدائی طور پر رواں سال اپریل میں قومی اسمبلی کے ذریعے منظور کردہ بل کو پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں میں بھیجا گیا تھا جس کے بعد سینٹ نے مجوزہ قانون میں ترامیم کی تجویز پیش کی ہیں۔ خط میں مزید کہا گیا کہ بل کی مختلف تعریفوں میں اور دیگر مواد کے بارے میں خدشات اٹھائے گئے ہیں۔ بل میں ترامیم قائمہ کمیٹی اور سینٹر رضا ربانی کی جانب سے پیش کی گئیں۔(19)

تاہم یہ بل سینٹ کی تجویز کردہ ترامیم پر بحث کے لئے قومی اسمبلی میں تاحال پیش نہیں ہوا، کیونکہ وفاقی حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل سے رہنمائی حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وزیراعظم کے مشیر برائے پارلیمانی امور بابر اعوان نے سپیکر قومی اسمبلی اسد قیصر کے نام ایک مراسلہ میں لکھاکہ "آئین پاکستان کی دفعات اور معاشرے کے مختلف طبقات کے خدشات کے پیشِ نظر مذکورہ بل اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے اور قانون سازوں کو تجویز دیتا ہے کہ آیا کوئی قانون اسلام کے احکامات کے منافی تو نہیں۔

حکومت کو گھریلو تشدد سے متعلق پارلیمان سے منظور شدہ بل کو نظر ثانی کے لئے نظریاتی کونسل بھیجنے کے فیصلے پر سوشل میڈیا صارفین اور خاص طور پر خواتین کی جانب سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہاہےاور کہا یہ جارہاہے کہ حکومت نے ایک مرتبہ پھر مذہبی عناصر کے مبینہ دباو کی وجہ سے ایسا فیصلہ کیا ہے۔

پاکستان کے ایوانِ بالا یعنی سینٹ سے " گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ) بل 2021 " منظور ہونے کے بعد جب اسے دوبارہ قومی اسمبلی میں منظوری کے لئے بھیجا جانا تھا،اس بل کو سراہے جانے کی بجائے معاشرے کے مختلف طبقات خصوصا مذہبی جماعتوں اور علماء کی جانب سے اس پر تنقید شروع ہو گئی، علماء اور مذہبی جماعتوں نے اس قانون سے متعلق تحفظات کا اظہار کیا۔ان کا سب سے بڑااعتراض اس بل کا مبینہ طور پر شریعت اور پاکستان میں رائج معاشرتی و خاندنی روایات کے خلاف ہونا ہے۔اور یہ کہ اس سے خاندانی نظام بکھر جائے گا۔ جماعتِ اسلامی کے رہنما سینیٹر مشتاق احمد نے اس بل کی شق 3 پر اعتراض کرتے ہوئے کہاکہ اس قانون میں ہر چیز کا سپیکٹرم بہت وسیع رکھا گیاہے، جیسے شق 3 کے مطابق گھر میں رہنے والے تمام لوگوں، بشمول والدین، بچوں، میاں بیوی اور حتیٰ کہ کام کرنے والے نوکروں کو بھی ہاوس ہولڈ کا حصہ بنا دیا گیا ہے، یہ بل دستور کے بھی خلاف ہے،اور حقیقت میں ہمارے خاندانی نظام کے لئے ایک ٹائم بم ہے۔(20)

دوسری جانب گھریلو تشدد سے متعلق مجوزہ قانون کے حق میں بھی آراء سامنے آرہی ہیں۔جس میں یہ مثال کہ تمام صوبوں، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں بھی ایسے قوانین نافذ ہو چکے ہیں۔ کیا ان صوبوں میں خاندانی نظام بکھر گیا ہے؟ یا بچوں نے والدین کے خلاف مقدمے کئے ہیں۔ گھریلو تشدد بل 2021ء کا اطلاق صرف وفاقی دار لحکومت اسلام آباد پر ہو گا جبکہ صوبے اس قسم کے قوانین پہلے بنا چکے ہیں۔ ماہر قانون اوروبا ستار احمد نے اسلامی نظریاتی کونسل کی ساخت پر ہی اعتراض اٹھاتے ہوئے کہاکہ جس کونسل میں کوئی خاتون موجودہ ہو تو وہ کیسے خواتین کے حقوق کا دفاع کر سکے گی۔؟اب مسئلہ یہ ہے کہ سینٹ کا اس بل میں ترامیم تجویز کرنا اور اسے ایوانِ زیریں میں بھیجنا اور حکومت کا اس بل کو نظرِ ثانی کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل بھیجنے کا فیصلہ کرنا اس بل کو متنازع بنا رہا ہے۔

ان اختلافیہ آراء کی موجودگی میں اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ " گھریلو تشدد (تدارک و تحفظ) بل 2021" میں اور اس سے پہلے پاکستان مین گھریلو تشدد پر کی گئی قانون سازی میں کیا واقعی ایسی شقیں شامل کی گئی ہیں جن سے خاندانی نظام خراب ہو سکتا ہے۔؟ یا جن

سے بے حیائی یا بے راہ روی پھیلنے کا خدشہ ہو سکتا ہے؟۔ان تمام سوالات کے جوابات اس قانون سازی میں موجود دفعات کا جائزہ لے کر ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔اس مقصد کے لئے سینٹ میں پیش کردہ حالیہ بل 2021ء کی اہم دفعات کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

گھریلو تشدد بل کی اہم دفعات:

دفعہ نمبر 1۔ یہ ایکٹ گھریلو تشدد (تدارک تحفظ) بل، 2021 کے نام سے موسوم ہو گا۔ یہ دارالحکومت اسلام آباد کے تمام علاقے پر وسعت پذیر ہو گا۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

دفعہ نمبر 3۔ گھریلو تشدد سے مسئول الیہ کی جانب سے خواتین، بچوں، نادار اشخاص یا کسی بھی دیگر شخص کے خلاف ارتکاب کردہ جسمانی، جذباتی، نفسیاتی، جنسی اور معاشی استحصال کے تمام افعال مراد ہوں گے، جس کے ساتھ مسئول الیہ گھریلو تعلق میں ہو یا رہ چکا ہو جو کہ متضرر شخص میں خوف، جسمانی یا نفسیاتی ضرر کا باعث بنتا ہو۔

(الف) جسمانی استحصال سے مراد وہ تمام افعال جن کے ذریعے نادار شخص کو جسمانی ضرور دیا گیا ہو اور اس میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کو ابواب سولہ، سولہ الف، سترہ، بیس بیس الف کے تحت تمام جرائم شامل ہیں۔

(ب) جذباتی، نفسیاتی اور زبانی استحصال جہاں متضرر شخص مسئول الیہ کے ہتک آمیز یا ذلت آمیز برتاؤ کے طرز عمل میں مبتلا ہو تو اس میں شامل ہے، لیکن اس تک محدود نہ ہو۔

(مشق اول تا نہم) حسد یا رقابت میں مبتلا رکھنے کا متواتر مظاہرہ کرنا جو ستم رسیدہ کی خلوت، آزادی، اخلاقی بلندی اور سلامتی پر متواتر چڑھائی کا باعث بن رہا ہے۔ متضرر شخص کی کھل کر بے عزتی کرتا اور مذاق اڑاتا ہو، جو زوجہ یا شراکت شدہ گھر کے دیگر اراکین جسمانی تکلیف پہنچانے کے لیے دھمکی دیتا ہو، دیوانگی یا بانجھ پن کے بے بنیاد الزام پر طلاق دیتے یا دوسری شادی کی دھمکی دیتا ہو، شراکت شدہ گھر کی عورت یا کسی بھی رکن کے کردار پہ جھوٹا الزام لگا رہا ہو، متضرر شخص کی جان بوجھ کر یا غفلت سے عدم خبر گیری کرتا ہو۔ پیچھا کر رہا ہو، ہراساں کرتا ہو یا بیوی کو شوہر کے علاوہ کسی بھی فرد کے ساتھ مقاربت کرنے پہ مجبور کر رہا ہو۔

دفعہ 4۔ اگر پی پی سی کے تحت آنے والے کسی جرم کا ارتکاب گھریلو تعلق میں کیا گیا ہو، جرائم قابل سزا ہوں گے جیسا کہ پی پی سی کے تحت صراحت کردہ ہیں۔ اگر ارتکاب شدہ جرم پی پی سی کے تحت نہ آتا ہو گھریلو تشدد کے فعل میں زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت کے لیے قید محض کی سزا دی جائے گی اور یہ ارتکاب شدہ گھریلو تشدد کے فعل کی کثافت پر انحصار کرتے ہوئے چھ ماہ سے کم نہ ہو گی اور ایک لاکھ تک جرمانہ اور کم سے کم بیس ہزار روپے متضرر شخص کو تلافی کے طور پر بھی ادا کیا جائے گا۔

دفعہ 6۔ فی الوقت نافذ العمل کسی بھی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوصف، متضرر شخص کو حق حاصل ہو گا کہ شراکت شدہ گھر میں رہے خواہ متضرر شخص اس میں کوئی حق، حقیقت یا حق استفادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

دفعہ 8۔ عدالت اطمینان ہونے پر کہ گھریلو تشدد بادی النظر میں ہوا ہے یا ہونے کا امکان ہے، متضرر شخص کے حق میں حکم صادر کر سکتی ہے اور مسئول الیہ کو ہدایت دے سکتی ہے کہ وہ:
مزید گھریلو تشدد کے کسی بھی فعل کا ارتکاب نہ کرے۔ متضرر شخص کے ساتھ یا بغیر کسی بھی شکل میں یا طریقہ کار میں بشمول ذاتی، زبانی تحریری، الیکٹرانک یا ٹیلی فون کے نظام سے کوئی بھی باہمی رابطہ نہ رکھے۔ متضرر شخص سے اعتراضات کے ساتھ بغیر دور رہے۔ متضرر شخص سے ایسے فاصلے پر رہے جس کا عدالت مقدمے کے مخصوص حقائق اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے تعین کرے گی۔ کسی پر بھی تشدد فعل کے لیے یا جس پر تشدد ہونے کا امکان ہو جو متضرر شخص کی زندگی، حرمت یا شہرت کو خطرے میں ڈال سکتا ہو، اسے جی ایس ٹریکر پائل یا کلائی کڑا پہنا جائے اور کسی پر تشدد فعل کی صورت میں اگر متضرر شخص کی زندگی، حرمت یا شہرت خطرے میں ہو تو گھر سے باہر چلا جائے۔

دفعہ نمبر 9۔ عدالت سماعت کے کسی بھی مرحلے پر مسئول الیہ کو ہدایت دیتے ہوئے عارضی حکم دے سکتی ہے کہ گھریلو تشدد کے نتیجے میں متضرر شخص اور متضرر شخص کے کسی بھی بچے کی جانب سے اٹھائے گئے اخراجات اور برداشت کردہ نقصانات کو پورا کرنے کے لیے مالی امداد کرے۔

دفعہ نمبر 10۔ عدالت حفاظتی حکم کے لیے درخواست کے کسی مرحلے پر یا اس ایکٹ کے تحت دادرسی کے لیے کسی بھی موزوں شخص یا اتھارٹی کو متضرر شخص کی عارضی تحویل کی منظوری دے سکتی ہے۔ (21)

گھریلو تشدد پر قانون سازی کا تنقیدی جائزہ:

گھریلو تشدد کے تحفظ کے لئے بنائے گئے تمام بلز کا آغاز ان الفاظ سے کیا گیا ہے: "چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اصناف کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لئے خاص شق وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے، لہٰذا یہ ضروری ہو گیا ہے کہ خواتین کو گھریلو تشدد سمیت تشدد سے تحفظ فراہم کیا جائے۔" (22) "اصناف کے مابین مساوات" کے الفاظ کا مفہوم آئین پاکستان کی دفعہ 25 سے ماخوذ ہیں، جس کا اصل اردو متن ہے "جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔" (23)

حافظ صلاح الدین یوسف، اس دفعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں ہے، دونوں ایک ہی قسم کی صلاحیتیں لے کر دنیا میں آئے ہیں اور دونوں دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں تو یہ سرے سے ہی غلط ہے۔ گو مغرب کے نزدیک مساواتِ مرد و زن کا یہی مطلب ہے اور مغرب زدگان بھی اس غیر عقلی اور غیر فطری نظریے پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں، لیکن اسلام اس مساواتِ مرد و زن کو تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے مقاصد، تخلیق میں بھی اور دائرہ کار میں بھی۔ اور اسی اعتبار سے دونوں کو صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف عطا کی ہیں۔" (24)

لیکن اگر اس دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دو جنس ہیں، لیکن اس بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا، دونوں کے حقوق کا تحفظ اور دونوں کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری قانون سازی کی جائے گی۔ تو یہ مطلب درست ہے اور اسلام کی تعلیمات و مقاصد سے متصادم نہیں۔

دوسرے قوانین کی طرح زیرِ بحث قانون میں بھی بعض مثبت پہلوؤں سے انکار ممکن نہیں، جیسا کہ اس قانون کے پہلے حصے میں خواتین کے لئے تحفظ کی بات کی گئی، پہلے حصے کے مطابق خواتین پر تشدد کرنے والوں، ہراساں کرنے والوں، تیزاب پھینکنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے، یہ قانون سازی اور اقدام درست ہے۔ لیکن اس بل کے دوسرے حصے میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے جو اقدام تجویز کئے گئے ہیں ان سے منفی تاثر ابھرتا ہے۔ ایڈووکیٹ کامران ارشد اس قانون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس قانون کی بنیاد ہی اس غلط مفروضے پر قائم ہے کہ خاندان جو معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اس میں مظلوم فریق صرف عورتیں اور بچے ہیں جبکہ ظالم فریق صرف گھر کا مرد ہی ہو سکتا ہے۔ آج یہ حقیقت کسی دیہی علاقے میں تو جزوی طور پر درست ہو سکتی ہے، لیکن اسلام آباد جیسے وفاقی شہری علاقے میں صورتحال اکثر و بیشتر اس کے برعکس ہی نظر آتی ہے جس کا بطور ایک عائلی قوانین کا پریکٹیشنر ہونے کے ناطے میرا مشاہدہ ہے۔ اس لئے مذکورہ قانون کی بنیادی روح ہی غلط ہے۔" (25)

اس قانون میں میں گھریلو تشدد کو وسعت دی گئی ہے جس میں جذباتی (Emotional)، نفسیاتی (Psychological) اور زبانی تشدد (Verbal) تشدد کو متعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے تحت خاتون خانہ اور بچوں یا زیر کفالت افراد کی حفاظت، آزادی اور رازداری (Privacy) کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ گھر کے کفیل کو ان حقوق میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کسی قسم کی دھمکی، طلاق کی دھمکی، کوئی توہین آمیز جملہ یا بے عزتی کرنا تشدد کے زمرہ میں آئے گا۔ اس تعریف کو مزید وسعت دی گئی ہے کہ کفیل خانہ کسی بھی طور پر رازداری سے اپنی بیوی یا بچوں کے کردار یا ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کاروائی یا فعل کو Stalking کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی اہل خانہ کی سرگرمیوں کے بارے یا ان کے کردار اور میل جول کے بارے میں کسی قسم کی معلومات حاصل کرنا یا ان کی بیوی بچوں کے سامنے کہنا بذاتہ ایک جرم بن گیا ہے۔ پاکستان میں گھریلو تشدد کے حوالے سے قانون سازی پر مختلف اہل علم نے، جن میں وکلاء، علماء اور دانشور شامل ہیں، اظہار خیال کیا ہے۔

طلعت عباس خان، کالم نگار وایڈووکیٹ سپریم کورٹ گھریلو تشدد پر مقرر کی گئی سزاؤں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"گھریلو تشدد کے حوالہ سے جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ گھریلو تشدد کی قید چھ ماہ تین سال تک اور ایک لاکھ روپے تک جرمانہ کی سزا متعارف کرائی گئی ہے اور کم از کم پچیس ہزار روپے کفیل خانہ اس مظلوم بیوی یا بیٹی یا بیٹے کو بطور حق رسی عوضانہ ادا کرے گا۔ اس مظلوم یا غمزدہ فرد خانہ کو کفیل خانہ گھر سے نہیں نکال سکتا، ہاں البتہ اگر وہ خود چاہے تو اس کی رہائش کا الگ انتظام کیا جائے گا اور بصورت کرایہ رقم کفیل خانہ ادا کرے گا۔" (26)

اس قانون کے مطابق اگر عدالت محسوس کرے کہ گھریلو تشدد کا جرم بادی النظر محسوس ہوتا ہے تو رہائش اور حفاظت کے حوالے سے عبوری احکامات جاری کیے جائیں گے اور کفیل خانہ کسی بھی صورت میں غمزدہ فرد سے کوئی رابطہ نہ کرے گا، اس سے دور رہے گا اور اتنے حفاظتی فاصلہ پر رہے گا جس کا تعین عدالت کرے گی اور GPS ٹریکر پہنے گا تاکہ مظلوم تک رسائی نہ ہو اور اپنے گھر سے بھی بے دخل کیا جائے گا اور متعلقہ تھانہ کو بھی ہدایت جاری کر دی جائے گی کہ وہ اس مظلوم اور شخص کی حفاظت اور مدد کرے اس عرصہ علیحدگی میں کفیل خانہ تمام اخرجات ضروریہ اور کرایہ رہائش وغیرہ ادا کرتا رہے گا۔ اس بل کی دفعہ 3 جسمانی، جذباتی، نفسیاتی، جنسی اور معاشی تشدد کا ذکر کیا گیا۔ جامعۃ الرشید کراچی کے استاد مفتی احمد افنان اس دفعہ کا تجزیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> "اس دفعہ میں ایک مسلہ یہ ہے کہ بیوی کو اور عام عورت کو برابر کر دیا گیا جبکہ بہت سی چیزیں عورتوں کے بارے میں تو غلط ہوتی ہیں، لیکن وہی چیز اپنی بیوی کے حق میں غلط نہیں ہوتی۔ بیوی سے حسد کرنا، مذاق اڑانا اور ہراساں کرنا، طلاق کی مطلق دھمکی دینا یہ جرم کیسے ہو گیا؟ اسے عدالت میں کیسے ثابت کیا جائے گا؟ عدالت میں ان چیزوں کو ثابت کیا جاتا ہے، جو بالکل واضح ہوں۔ دوسرا یہ مسائل معاشرتی ہیں، جن کی زیادہ تر درستگی اصلاح کے پہلو سے ہوتی ہے۔" (27)

اسی طرح اس خرچہ کی بات کی گئی تو اس حوالے سے پہلے ہمارے قانون موجود ہے اگر شوہر نان و نفقہ نہیں دے رہا تو عورت عدالت میں کیس کرتی ہے، عدالت میں اس کی شنوائی بھی ہوتی ہے اور عدالت شوہر کو رقم مختص کر کے اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ اتنا خرچہ ادا کرے۔ اس بل کی دفعہ 4 میں اس کا حل یہ پیش کیا گیا کہ اسے چھ ماہ سے لے کر تین سال تک قید سنادی جائے اور بیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ تک جرمانہ کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس طرح سے بیٹا والد کو یا بیوی شوہر کو جیل بھجوادے تو کیا مسلہ حل ہو جائے گا اور محبت برقرار رہے گی؟ بالکل نہیں بلکہ الٹا نتیجہ طلاق اور جدائی کی صورت میں ہی نکلے گا۔ جب نتیجہ طلاق اور جدائی کی صورت میں ہی نکلنا ہے تو پہلے ہی طلاق یا خلع کا راستہ اختیار کر کے جدائی کا راستہ اختیار کر لیا جائے، اتنی تذلیل کے بعد جدائی کا کیا مقصد ہے؟ (28)

دنیا اس نتیجے پہ پہنچ چکی ہے کہ قانون آخری حل ہوتا ہے جہاں کوئی اور راستہ نہ ہو۔ خاص طور پہ خاندانی مسائل میں، لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں قانون سازی سے پہلے کوئی حل نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ جب یہ مسائل پہلے ہی مرحلہ میں عدالت پہنچ جاتے ہیں تو نتیجہ باہمی جدائی کی صورت میں ہی سامنے آتا ہے۔

ایڈوکیٹ طلعت عباس خان اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "چادر اور چار دیواری میں ہونے والا گھریلو تشدد پر اب بچے بھی والدین کے خلاف عدالت میں جاسکیں گے۔ والدین نے بچوں کو ہراساں کیا مارا پیٹا تو اب یہ بچے اس قانون کے حوالے سے والدین کے خلاف ایف آئی آر درج کرا سکیں گے۔ یہ نہیں بتایا کہ اس کیس کے اخراجات بچے کو کون ادا کرے گا۔ کیا پولیس اتنی اچھی اور رشوت فری ہو چکی ہے کہ بچے کے کہنے پر والد کو گرفتار کرلے گی؟ چلو مان لیا ایسا ہو بھی جاتا ہے، والد گرفتار ہو جاتا ہے۔ والد صاحب اگر دیہاڑی دار ملازم ہے۔ اس کے گرفتار ہونے سے اس کے گھر کا نظام کون چلائے گا؟ اس کے باقی بچوں کی ضروریات زندگی کون پوری کرے گا؟ کچھ پتہ نہیں کہ ایسا کرنے سے مسائل کم ہونگے یا مزید بڑھیں گے۔

والدین کا اپنے بچوں کی پرائیویسی، آزادی میں حائل ہونا جرم ہوگا۔ (ہمارے ہاں کتنے فیصد بچے ایسے ہیں، جو پرائیویسی اور آزادی کے نام سے واقف ہیں ابھی تو یہ جاننا باقی ہے کہ کس عمر کے بچے کی بات کر رہے ہیں)۔ اگر تو بچے اٹھارہ سال کی عمر کے ہیں پھر تو والدین انہیں پوچھنے کے ویسے بھی مجاز نہیں رہتے۔ ایسا قانون ترقی یافتہ ممالک میں تو موجود ہے، وہاں اس عمر کے بچوں کی دیکھ بھال کرنا اور والدین کی ذمہ نہیں ہوتا۔" (29)

ایسے میں والدین کے بھی حقوق ہیں۔ اس قانون میں والدین کے حقوق کی بات نہیں کی گئی۔ صرف بچوں اور ماں کے حقوق کی بات ہے۔ باپ کے حقوق کی بات نہیں۔ اولاد کے بارے میں ناگوار بات کرنا، ان پر شک کا اظہار کرنا جرم ہوگا۔ (یہ نہیں بتایا کہ کس عمر کے بچوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔ معاشی تشدد، یعنی کسی بھی قسم کے اختلاف، نافرمانی، کسی بھی وجہ سے بچے کا خرچہ بند کرنا کم کرنا بھی جرم ہوگا)۔ اس میں بھی بچوں کی عمر کا نہیں بتایا گیا ہے۔ ایسا کرنے پر سزا ہوگی۔

اس بل میں جذباتی نفسیاتی اور زبانی ہراسمنٹ کی اصطلاحات متعارف کرائی گئیں ہیں۔ خاوند کا بیگم کو دوسری شادی کے بارے میں بتانا یا خواہش کا اظہار کرنا جرم ہوگا، اسے گھریلو تشدد قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو یا دوسری شادی کی خواہش رکھے گا تو ایسا کر کے وہ بیوی کو ذہنی اذیت دے رہا ہے۔ ایسا کرنے والے خاوند کے خلاف قانون حرکت میں آئے گا یعنی طلاق کی بات کرنا جرم ہوگا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بات نہ کریں، عمل کریں اور طلاق دے دیں ورنہ چپ رہیں۔ طلاق پر آپس میں تبادل خیال کرنا جرم ہوگا اور اس کی سزا ہے۔ خاوند کا بیوی سے اونچی آواز میں بات کرنا، غصے میں بولنا یا ایسا جملہ جو کہ جذباتی نفسیاتی یا زبانی اذیت کا باعث بنے وہ جرم تصور ہوگا۔ ایسا کرنے والا شخص سزا کا مستحق ہوگا۔ کیا ایسا شخص جس کو پتہ ہو کہ مجھے اب سزا ہوگی تو ایسا شخص اس سزا کے خوف سے کچھ بھی کر سکتا ہے، یعنی تشدد میں مزید اضافہ دیکھنے میں آئے گا۔ اس سے جو جرم سرزد ہوگا تو اس کا ذمہ دار کیا یہ نیا قانون نہیں ہوگا؟ اگر کسی نے مندرجہ ذیل بالا جرائم میں سے کوئی ایک سرزد کرتا ہے تو بطور سزا وہ شخص گھر نہیں جاسکے گا۔ اسے اولاد سے بیوی سے محفوظ فاصلے پر رہنا ہوگا۔ ایسی سزاؤں میں کیا پولیس کے پاس مجرم کو ان سے دور رکھنے کی سہولیات ہیں؟ کیا ہمارے ہاں کڑا پہنانے کی ٹیکنالوجی موجود ہے؟ کیا یہاں شلٹر ہوم کا بندوبست ہے؟ لگتا یہی ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔ جس سے لگتا ہے یہ سزائیں عملی طور پر دینا ناممکن ہے۔ اپنے بچوں کو سزا دینے پر ماں اور باپ دونوں مجرم بن سکتے ہیں۔ کیا ہماری سوسائٹی میں ایسے بچوں کو کوئی اپنائے گا؟ کیا ایسا کرنے والے بچوں کی شادیوں کے مسائل کھڑے نہیں ہو جائیں گے؟ کون ایسے بچوں سے رشتہ جوڑے گا؟ (30)

خواتین کے تحفظ کے بارے میں آئین پاکستان کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن اس بات کو کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ آئین پاکستان 1973ء کے ابتدائیہ میں ہی اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ: "کائنات پر حکومت واقتدار محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ملک پاکستان کے عوام احکامات الٰہیہ کے مطابق اور اس مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر اختیارات استعمال کریں گے۔ آئین پاکستان 1973ء ملک عزیز کے تمام قوانین کا سرچشمہ ہے اور کوئی بھی قانون آئین پاکستان کی تعیین کردہ حدود سے تجاوز کر کے منظور نہیں کیا جاسکتا۔

آئین پاکستان 1973ء کے ابتدائیہ اور خصوصی طور پر اس کے آرٹیکل 31 کے تحت عوام کی انفرادی، اجتماعی اور خانگی زندگی کو قرآن حکیم اور دین اسلام کے مہیا کردہ سانچہ کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ (31)

مولانا زاہد الراشدی، سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل اور صدر ملی مجلس شرعی، دینی حلقوں کے مشترکہ مؤقف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "کہ گھریلو تشدد کی روک تھام کے نئے بل نے ملک بھر کے دینی اور تہذیبی حلقوں کو ایک نئی پریشانی سے دوچار کر دیا ہے۔اس بل کے بارے میں بھی دینی حلقوں کا متفقہ موقف یہ ہے کہ یہ شرعی احکام کے ساتھ ساتھ دستور پاکستان اور مسلمہ انسانی حقوق کے بھی منافی ہے اور اس علمی نفاذ کی صورت میں ہمارے اس خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر سکتا ہے، جس کی بنیاد اسلامی احکام و قوانین اور مسلم تہذیبی روایات پر ہے۔ ہمارے ہاں بین الاقوامی اداروں کے مطالبات پر قانون سازی کا رجحان پختہ ہوتا جارہا ہے جیسا کہ حدود آرڈیننس، اوقاف قوانین، گھریلو تشدد کی روک تھام کا بل اور دیگر متعدد قوانین کی منظوری کی صورت میں اس کا مظاہرہ ہو چکا ہے۔ بلکہ یہاں تک سننے میں آرہا ہے کہ قوانین کی ساخت اور تشکیل کے ساتھ ساتھ ان کے مسودات بھی باہر سے آئے ہیں اور این جی اوز کے ذریعے جوں کے توں منظور کروائے جارہے ہیں، جو کہ دستور کی بالادستی کے ساتھ ساتھ قومی خود مختاری کے بھی منافی ہے۔ (32)"

چودھری خالد محمود، ریٹائرڈ سیشن جج، اس بل پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

"ملک عزیز کے عوام آج بھی دین اسلام اور قرآن مجید کے حوالہ سے کوئی منفی تاثر اپنے ذہنوں میں نہیں رکھتے اور خصوصی طور پر جبکہ ملک عزیز کے قیام کی بنیاد بھی یہی تھی کہ معبود حقیقی کے علاوہ غیر روں کے تیار کردہ قوانین کو رد کیا جائے گا۔ اگر محض دنیا کی طاقتوں کے ساتھ تابع رہ کر قانون سازی کرنی ہے تو پھر ہم اپنی نظریاتی سرحدوں کی حقیقت اور اہمیت کو ختم کر دیں گے۔ آزادی کی قیمت مقرر نہیں کی جاسکتی اور آزادی کے تحفظ کے لیے دین اسلام نے ہمیں مؤثر حکمت علمی عطا کی ہے۔ انفرادی زندگی انتہائی غیر یقینی ہوتی ہے، لیکن نظریاتی زندگی اور آزاد زندگی کا خاتمہ ناممکن ہے۔ جب ہم زبانی اور تحریری (آئین پاکستان) طور پر عوام اور مالک حقیقی سے وعدہ کر چکے ہیں تو پھر بار بار اس وعدہ وعہد کی خلاف ورزی یا اس کو کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ "(33)

کہیں ہم اپنی دینی اور نظریاتی زندگی کو ختم تو نہیں کر رہے؟ یہ سوال عوامی، حکومتی، ملکی اور نظریاتی معیار پر اپنا جواب چاہتا ہے۔ آج بھی مغرب کے فلاسفر اس بات پر متفق ہیں کہ بنیادی قانون **(Ground norm)** یعنی آئین کی منظوری و اجازت کے بغیر زندگی نہیں پاسکتا، تو کیا ملک عزیز کے آئین کے حیثیت اس تعریف پر پوری نہیں اترتی؟ مغرب اور خصوصی طور پر امریکہ کے دانشور حضرات تعزیری قوانین کے بارے میں اب چیخ رہے ہیں کہ خانگی اور خاندانی ڈھانچے کو غیر مستحکم کر کے آئندہ کی نسل تیار نہیں کی جاسکتی۔ (34)

ایک خبر کے مطابق سعودی عرب بھی خاندانی نظام کے حوالے سے بین الاقوامی معاہدہ سیڈا (CEDAW) کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔(35)

حاصلِ بحث:

گھریلو تشدد ایک حقیقت ہے، جس سے کسی کو انکار نہیں، اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی کوئی سلیم الفطرت شخص گھریلو تشدد کی حمایت کر سکتا ہے۔ گھریلو تشدد کو سب ہی غلط کہتے ہیں۔اس قانون کے حصہ اول میں موجود وہ دفعات جن کا تعلق معاشرے میں پاکستانی عورت کو ہر قسم کا تحفظ دینے اور اسے تشدد سے بچانے سے ہے، ان سے کسی ذی شعور انسان کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اس قانون کے دوسرے حصے میں گھریلو تشدد کو روکنے کا جو حل اور طریقہ پیش کیا گیا ہے، وہ اختلاف کی بنیاد ہے۔

اس قانون میں سربراہ خانہ کو چھوڑ کر باقی سب کو ہر قسم کی آزادی دی گئی ہے، اور سربراہ خانہ کی اتنی ہمت بھی نہ ہوگی کہ وہ گھر کے استحکام اور خانگی زندگی کی رازداری کو برقرار رکھ سکے۔ کیا اسلام ہمیں بچوں اور بیوی کے ساتھ اعلیٰ سلوک کرنے اور بے ضابطگیوں کی اصلاح کرنے کی تعلیمات نہیں دیتا کیا قرآن مجید جو اسلامی زندگی کے حوالہ سے قانون کا ماخذ ہے، ہمیں ظالم اور مظلوم کی پہچان کرانے سے قاصر ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ تو پھر خانگی زندگی کو ہم کیوں اسلامی نظریاتی قوانین کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہیں کر رہے؟ ہم کیوں احساس محرومی یا احساس کمتری کا شکار ہو رہے ہیں؟ ہم غیر کی بجائے اپنوں سے کیوں رہنمائی حاصل نہیں کرتے؟ غیر ملکی رائے کی بجائے ہم ملک پاکستان کے عوام کی رائے کیوں نہیں لیتے؟ کیا دین اسلام نے کہیں یہ کہا ہے کہ بیوی اور بچوں کو تشدد کر کے قابو میں رکھا جائے؟ اسلام نے تو سب سے زیادہ زور خانگی زندگی کی مضبوطی پر دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نفرت سے کبھی محبت جنم نہیں لے سکتی، اگر بیوی اور اولاد اپنے خاوند اور والد کو بے گھر کریں اور عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کریں اور اسے فیصلہ سے پہلے ہی "ٹریکر" لگا کر لوگوں کی نظروں میں مطعون کر دیں اور بیوی بچوں کو اس سے "محفوظ فاصلہ" پر رکھا جائے تو پھر کفیل خانہ کا احترام اور اس کا عزم اور مقصد زندگی کہا جائے گا۔

یہ قانون آئین پاکستان سے سراسر متصادم ہے۔اور اسلام کی تعلیمات اور روح کے منافی ہے۔ یہ قانون ملک عزیز کی نظریاتی سرحدوں، تہذیب و ثقافت اور معاشرت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ پاکستان کے عوام کی اکثریت کے احساسات، جذبات اور نفسیات کے سراسر خلاف ہے۔ یہ قانون محض چند مخصوص طبقوں کے حوالے سے اکثریت کی رائے کو دبانے کے مترادف ہے۔ یہ قانون تجویز کرنے سے قبل اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔اس قانون کے تحت کفیل خانہ کو بے اختیار کر کے خانگی زندگی کی بنیادوں کو ہلا دیا جائے گا، کیونکہ اس قانون کے تحت خاوند اپنی بیوی کے کردار اور باپ اپنے بچوں کے حوالہ سے کسی

قسم کی تادیب نہیں کر سکتا اور یہ بھی جرم ٹھہرا کہ کفیل خانہ جو گھر کا سربراہ ہوتا ہے اسے محض کفالت کی بے جذبات مشین بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

اسلام کا خاندانی نظام ویسٹرن کلچر سے بالکل مختلف ہے، اور پاکستان میں گھریلو تشدد کی شرح دیگر ممالک کی نسبت کم ہے۔ مغربی معاشرہ ترقی یافتہ اور پڑھے لکھے لوگوں کا معاشرہ ہے، جبکہ پاکستانی معاشرہ تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ ہمارے ہاں حالات و واقعات رہن سہن کچھ اور ہیں اور اگر اس معاشرہ میں دوسروں کا قانون لا کر پیسٹ کر دیتے ہیں تو ایسا کرنے سے مسائل مزید بڑھیں گے اور بگڑیں گے۔ پہلے اپنے عدالتی سسٹم کو ٹھیک کریں پھر اس قسم کے قانون بنائیں۔ گھریلو تشدد کا قانون لانے سے قبل ان وجوہات پر توجہ دیں جن کی بنا پر گھریلو تشدد ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجوہ شرح خواندگی میں کمی، بے روزگاری، مہنگائی، انصاف میں تاخیر ہیں۔ انہیں ٹھیک کریں گھریلو حالات خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔ والدین اور بچوں جیسے انمول رشتوں کو سزاؤں سے نہیں بہتر کیا جاسکتا۔ ایسے قانون سے معاشرے میں مزید بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس وقت فیملی سسٹم کو مسلمان ممالک کا آخری قلعہ قرار دیا جارہا ہے، اس لیے اب تمام تر حملے اسی پہ کئے جارہے ہیں۔ للذا یہ بل سراسر ہماری معاشرتی روایات و اقدار اور خاندانی نظام کے بالکل منافی ہے اور عملا نافذ ہو جانا ممکن ہی نہیں ہے ریاست آئین کی رو سے اس بات کی پابند ہے کہ وہ قانون سازی قرآن و سنت کی روشنی میں کرے اور بحیثیت مسلمان ہم بھی کسی صورت قرآن و سنت سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ خاندانی نظام جو معاشرے کی اکائی اور نسل انسانی کی بقا کا ذریعہ ہوتا ہے، اس پہ بھی کوئی سمجھوتا نہیں کیا جاسکتا اور ہر قیمت پہ خاندانی نظام کا تحفظ کرنا ایمانی تقاضا ہے۔

تجاویز:

کسی مسئلہ میں قانون آخری حل ہوتا ہے، جہاں کوئی اور راستہ نہ ہو وہاں قانونی راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ قانون سے پہلے بھی اور بہت سارے طریقے موجود ہوتے ہیں خاص طور پر خاندانی مسائل میں، لیکن ہمارے ہاں قانون سازی سے پہلے کوئی حل نہیں رکھا گیا۔ قانون سازی کر کے خاندانی مسائل کو پہلے ہی مرحلہ میں عدالت تک پہنچا دیا گیا ہے اور وہ بھی فوجداری عدالت جہاں پر مصالحت کا بھی کوئی موقع نہی دیا جاتا۔ قانون سازی سے پہلے ان مسائل کا حل مندرجہ ذیل طریقے سے کیا جائے:

1۔ نظام تعلیم کو بہتر کیا جائے۔

2۔ اسلام کی خاندانی نظام سے متعلق تعلیمات کو شامل نصاب کیا جائے۔

3۔ شادی سے قبل تربیت و اصلاح کے لئے ہر لڑکے اور لڑکی کے لئے کورس و کاؤنسلنگ کا اہتمام کیا جائے۔

4۔ قومی اسمبلی کے ممبران کو چاہیے کہ وہ اس قانون پر نظر ثانی کریں اور خاندانی نظام کو متزلزل کرنے والی شقوں کو ختم کر کے مثبت تبدیلی لائی جائے۔

5۔ قانون سازی آئین کے تحت کی جائے، اور اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کردہ ترامیم کو شامل کیا جائے۔

حواشی،حوالہ جات

1۔راغب اصفہانی،المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ البابی مصر، ص:56؛وحید زمان، کیرانوی، قاموس الوحید،ادارہ اسلامیات، کراچی، ص:160

2. http://www.usdoj.gov/ovw/domviolence.htm

3. Foreword on WHO Multi-country study on women's health and domestic violence against women.

. Foreword on WHO Multi-country study on women's health and domestic violence 4 against women.

5. http://www.un.org.daw cedaw

6. http://www.un.org.daw cedaw

7۔آئین پاکستان،1973ءمسودہ

8۔مسودہ سندھ اسمبلی، گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2013ء

9۔مسودہ بلوچستان اسمبلی، گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2014ء

10۔مسودہ پنجاب اسمبلی، گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2016ء

11۔گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2021ء

12۔ایضا

13۔آئین پاکستان،1973ء

14۔گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2021ء

cedaw15. http://www.un.org.daw

16۔حالات حاضرہ، تحفظ خواتین بل2016ءپر اعتراضات،29فروری2016ء

17۔ایضا

18۔فرید احمد پراچہ حالات حاضرہ، تحفظ خواتین بل2016ءپر اعتراضات،29فروری2016ء

19۔مسودہ گھریلو تشدد (تحفظ وتدارک)بل2021ء

20۔ایضا

21۔ایضا

22۔آئین پاکستان 1973ء

23۔ایضا

24۔صلاح الدین یوسف، تحفظ خواتین بل کا تنقیدی جائزہ، محدث، اپریل، 2016ء

25۔کامران ارشد، ایڈوکیٹ، گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:

26۔طلعت عباس، ایڈوکیٹ گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:29

27 مفتی افنان احمد، گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:24

28۔ایضا، ص:25

29-طلعت عباس، ایڈوکیٹ گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:29

30-ایضا، ص:30

31۔آئین پاکستان، 1973ء آرٹیکل:2

32۔زاہد راشدی، مولانا، گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:20

33۔خالد محمود، چوہدری گھریلو تشدد بل 2020ء، تعارف، تجزیہ و تبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:11

34۔ایضا

35۔روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، 28 دسمبر 2021ء